ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8 No.3 2024

اصول جرح وتعدیل کی روشنی میں "ڈیجیٹل راوی" کا تصور: جدید ابلاغی ذرائع کی شرعی حیثیت

Sohail Ahmad
MPhil Islamic study university of okara
Email: sohailahmad08101997@gmail.com
Ayyaz Akhtar
MPhil Islamic study university of okara
Email: akhtarayaz277@gmail.com

Abstract:
The Islamic discipline of Jarḥ wa Taʿdīl—the critical evaluation of ḥadīth narrators—represents one of the most refined methodologies of epistemic scrutiny in the classical Islamic tradition. Rooted in principles of moral uprightness (ʿadālah), narrative precision (ḍabṭ), memory integrity, and chain continuity (ittiṣāl al-isnād), this science was developed to safeguard the authenticity of prophetic traditions. In the digital age, where information spreads rapidly through platforms like Twitter/X, Facebook, YouTube, and AI-driven systems, the concept of authorship, trustworthiness, and verifiability has become increasingly ambiguous. Social media influencers, anonymous content creators, and even artificial intelligence agents now serve as modern transmitters of religious, ethical, and social narratives. This reality necessitates the development of a new epistemological category: the "Digital Rāwī"—a metaphorical but critical lens through which modern modes of information transmission can be evaluated.
This study seeks to bridge the gap between classical isnād-based authentication and contemporary digital communication by investigating whether the principles of Jarḥ wa Taʿdīl can be recontextualized and applied to modern digital contexts. Can a digital narrator be judged for his or her narrative reliability? What are the equivalents of ʿadālah and ḍabṭ in the digital world? How do we address issues of anonymity, disinformation, and algorithmic manipulation in light of Islamic epistemic ethics?
Through interdisciplinary analysis—drawing upon uṣūl al-ḥadīth, media theory, digital ethics, and Islamic legal maxims—the research proposes a classification framework for types of digital narrators, including authentic transmitters, weak sources, manipulators, bots, and synthetic content engines. It also outlines suggested criteria for verifying online narratives from an Islamic epistemological standpoint. In doing so, the paper not only expands the scope of traditional ḥadīth sciences but also contributes to the urgently needed discourse on ethical information sharing, Islamic media literacy, and the preservation of truth in the post-truth digital age.
This research ultimately argues that the spirit of Jarḥ wa Taʿdīl remains relevant and adaptable, offering a timeless Islamic framework to navigate the complexities of modern digital knowledge ecosystems, ensuring that the virtue of authentic transmission continues to thrive in a new age of challenges.

تمہید

علمی تہذیبوں کی پہچان ان کے تحقیقی معیارات، علمی امانت داری اور روایت کے اسالیب سے ہوتی ہے۔ اسلامی تہذیب کو جب ہم اس تناظر میں دیکھتے ہیں تو ہمیں سب سے ممتاز وصف جس سے یہ تہذیب باقی نظام ہائے فکر سے الگ دکھائی دیتی ہے، وہ ہے اس کا نظامِ حفظِ حدیث اور اس کی تنقید و تحلیل کا اصولی منہج۔ یہ وہ علمی روایت ہے جو انسانی تاریخ میں اطلاع، نقد اور تحقیق کے سب سے شفاف معیارات کی علامت بن چکی ہے۔ اسلامی روایت نے حدیث کی حفاظت کو نہ صرف اخلاقی اور دینی ذمہ داری سمجھا، بلکہ اس کے لیے جرح وتعدیل جیسے علمی فنون کو وضع کر کے، ہر راوی کے کردار، حافظے، ضبط اور ثقاہت کو پرکھنے کا ایسا طریقہ وضع کیا جو آج بھی ماہرینِ علم الحدیث اور فلسفۂ علم (Epistemology) میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس علم کا آغاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہوتا ہے، جب بعض افراد نے من گھڑت روایات بیان کرنا شروع

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8 No.3 2024

کیں، تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ نے ایسے افراد کی شناخت کا بیڑا اٹھایا۔ بعد ازاں تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں یہ کوشش با قاعدہ فنون میں ڈھلی، اور امام یحییٰ بن معین (م 233ھ)، امام علی بن مدینی (م 234ھ)، امام ابن ابی حاتم (م 327ھ)، اور امام ذہبی (م 748ھ) جیسے محققین نے راویوں کے حالات، علمی مقام، ضبطِ روایت، اور اخلاقی استقامت کو بنیاد بنا کر قابلِ اعتماد اور مردود راویوں کی تفصیل بیان کی۔

جیسا کہ امام ابن صلاحؒ نے فرمایا:

"علم الجرح و التعديل علم جليل به يعرف المقبول من المردود من الرواة، وهو من أجلّ علوم الحديث[1]"

یہ وہ دور تھا جب علم و روایت کی سند محض اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ امانت مانی جاتی تھی، اور راوی اگر ایک غلط روایت بھی بیان کرتا، تو اس کی عدالت کو مجروح کر دیا جاتا۔ حدیث کی قبولیت صرف "کہنے والے" پر نہیں، بلکہ "کیسا کہنے والا ہے" اس پر موقوف تھی۔

مگر افسوس، عصرِ حاضر کا ابلاغی نظام رفتار، سطحیت، اور تاثّر کے اصول پر قائم ہے نہ کہ تحقیق، سند، اور عدالت کے اصول پر۔ سوشل میڈیا، ڈیجیٹل بلاگز، وی لاگز، حتیٰ کہ مصنوعی ذہانت پر مبنی خبری نظام—یہ سب ایسے ذرائع ہیں جن سے ہر لمحہ اطلاعات کا ایک ایسا سیلاب امڈ آتا ہے، جس کی نہ کوئی سند متعین ہے، نہ راوی معلوم، نہ ضبط و عدالت کا معیار۔ ایسے میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا روایتی علمِ حدیث میں مستعمل اصول عصرِ حاضر کے "ڈیجیٹل راویوں" پر منطبق کیے جا سکتے ہیں؟

ڈیجیٹل دور میں ہم جس شخص، نظام، یا AI ماڈل سے کوئی اطلاع حاصل کر رہے ہیں، کیا وہ روایتی معنوں میں راوی نہیں؟ اگر ہاں، تو کیا اس کی عدالت، ضبط اور ثقاہت کو پرکھنے کے لیے کوئی معیار ہونا چاہیے؟

قرآنِ مجید کا صریح حکم ہے: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ[2]"

علامہ قُرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت اصولِ روایت اور نقلِ خبر میں تحقیق و جرح کا بنیادی اصول ہے۔ اسی سے علمِ حدیث میں راویوں کی تحقیق کا دروازہ کھلا۔[3]"

یہی اصول اگر جدید ابلاغی تناظر پر لاگو ہوں، تو آج ہر وہ شخص جو سوشل میڈیا یا ویب سائٹ پر "نقلِ علم" یا "نقلِ خبر" میں شامل ہے، وہ کسی نہ کسی درجے میں راوی کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اس کی بات کو قبول یا رد کرنے سے قبل تعدیل و تجریح ضروری ہے۔

اسی لیے یہ تحقیق اس مسئلے کو مرکزی نکتہ بناتی ہے کہ عصرِ حاضر کے جدید ذرائعِ ابلاغ میں شامل افراد، نظامات، اور ٹیکنالوجیز کو اگر ہم "ڈیجیٹل راوی" کی اصطلاح سے تعبیر کریں، تو کیا جرح و تعدیل کے روایتی اصول ان پر لاگو ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں، تو ان کا دائرہ کیا ہو گا؟ اور ان کے عملی اطلاقات کیسے ممکن ہیں؟

موضوع کا تعارف

اسلامی علوم میں فنِ حدیث کو جو مقام حاصل ہے، وہ کسی اور علمی شعبے کو نصیب نہیں ہوا۔ یہی وہ علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی سنت، سیرت، افعال، اقوال، اور تقریرات ہم تک محفوظ حالت میں منتقل ہوئیں۔ مگر اس علم کی بقاء اور صحت کا مدار جس اصل پر ہے، وہ روایت کی صداقت اور راوی کی ثقاہت ہے۔ چنانچہ محدثین نے حدیث کے قبول و رد کے لیے جو اصول مرتب کیے، وہ محض سماعی تسلسل یا الفاظ کے نقل پر منحصر نہیں تھے بلکہ اس میں اصل چیز راوی کی شخصیت، اس کی عدالت، ضبط، صدق، اور اتصالِ سند تھی۔ ان اصولوں کو ہم "فنِ جرح و تعدیل" کے نام سے جانتے ہیں۔ یہی وہ منہجِ تنقید ہے جس نے علمِ حدیث کو ایک زندہ اور مربوط نظامِ علم میں بدل دیا۔

---

1 ۔ابن صلاح، معرفۃ علوم الحدیث، بیروت: دار الفکر، 1406ھ، ص88

2 ۔الحجرات 49:6

3 ۔القُرطبی، الجامع لأحکام القرآن، قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1964ء، جلد16، ص311

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8 No.3 2024

دوسری طرف عصرِ جدید میں انسان ایک ایسی دنیا میں داخل ہو چکا ہے جہاں معلومات کا ابلاغ کاغذ، قلم، یا زبان کی بجائے ڈیجیٹل لہروں، مصنوعی ذہانت، اور ورچوئل ذرائع کے ذریعے ہو رہا ہے۔ معلومات کی رفتار، حجم، رسائی، اور رسوخ اس قدر وسیع اور پیچیدہ ہو چکا ہے کہ کسی بھی بات کے سچ یا جھوٹ ہونے کا فیصلہ کرنا عام فرد کے لیے ممکن نہیں رہا۔ ایسے میں یہ سوال نہایت اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ کیا عصرِ حاضر کے یہ ڈیجیٹل ذرائع اور ان کے پیچھے موجود افراد و نظامات، اسلامی اصطلاح میں "راوی" کی حیثیت رکھتے ہیں؟ اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ان کے لیے بھی وہی اصول لاگو ہوں گے جو محدثین نے راوی کے لیے مقرر کیے تھے؟

جدید ابلاغی ذرائع کی نوعیت کو اگر روایتِ حدیث کے دائرے میں سمجھا جائے، تو ایک واضح مشابہت نظر آتی ہے۔ جیسا کہ محدثین روایت کے متن سے زیادہ اس کے راوی کی عدالت اور ضبط پر اعتماد کرتے تھے، بعینہٖ آج بھی کسی بھی خبر یا معلومات کو قبول کرنے سے پہلے اس کے ذریعہ (Source) کی حقیقت کو جانچنا ضروری ہے۔ سوشل میڈیا صارف، یوٹیوبر، بلاگر، یا AI ماڈل—یہ سب کسی نہ کسی درجے میں "ڈیجیٹل راوی" ہیں، جو ایک فکری یا خبری روایت کو دوسروں تک منتقل کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید اس سلسلے میں ایک بنیادی اصول وضع کرتا ہے:

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔"[4]

یہ آیت نہ صرف روایتِ حدیث بلکہ ہر دور کے ذرائعِ ابلاغ کے لیے ایک آفاقی اصول پیش کرتی ہے۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"اگر فاسق کی خبر میں تحقیق لازم ہے، تو ہر ایسی خبر جس کی صداقت مشتبہ ہو، اس میں تحقیق بطریقِ اولیٰ فرض ہے۔"[5]

اسی اصول کو بنیاد بناتے ہوئے فنِ جرح و تعدیل نے راوی کے بارے میں چھان بین کو لازم قرار دیا۔ اب جب جدید دنیا میں "راوی" کی حیثیت بدل چکی ہے، تو اس کے اصولوں کی تجدید و تطبیق بھی ناگزیر ہو چکی ہے۔ راوی صرف انسان نہیں، بلکہ بعض اوقات ایک خودکار نظام (Algorithm)، ایک کمپیوٹر بوٹ، یا مصنوعی ذہانت پر مبنی ماڈل بھی ہو سکتا ہے۔ یہ سب ہمارے علمی و دینی بیانیے کو متاثر کرتے ہیں، اور ان کے ذریعے مختلف روایات، اقوال، معلومات، اور فتاویٰ کا سیلاب امت میں پھیلتا ہے۔

لہٰذا یہ تحقیق اس امر کا جائزہ لینے کی کوشش ہے کہ کیا اصولِ جرح و تعدیل کو عصرِ جدید کے ذرائعِ ابلاغ اور معلوماتی نظام پر منطبق کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر ہاں، تو ان اصولوں کی تطبیق و تجدید کی صورت کیا ہو گی؟ ساتھ ہی یہ تحقیق اس فکری بنیاد کو بھی فراہم کرتی ہے کہ "ڈیجیٹل راوی" کو کس درجے میں ثقہ، صدوق، مجہول، متروک یا مردود قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کوشش کا مقصد یہ ہے کہ امت کو نہ صرف روایتی حدیثی معیار سے جوڑا جائے بلکہ جدید ذرائع میں بھی سچ اور جھوٹ، امانت اور خیانت، عدالت اور فسق کے درمیان واضح خطِ امتیاز قائم کیا جا سکے۔

علمِ جرح و تعدیل: مفہوم، تاریخی ارتقاء اور علمی اہمیت

علمِ حدیث اسلامی علوم میں ایک ایسا درخشاں باب ہے، جو سند، ضبط، ثقاہت، اور تحقیق کی بنیاد پر استوار ہے۔ اس علم کی حفاظت و تصدیق کے لیے جو اصول وضع کیے گئے، ان میں سب سے اہم فن "الجرح والتعدیل" ہے۔ یہ علم دراصل رواۃِ حدیث کی سوانح، ثقاہت، دیانت، حفظ، اور فقہی و اعتقادی میلان کی تحقیق و تنقید کا نظام ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے منسوب قول، فعل، یا تقریر کو نقل کرنے والے راوی کی شخصیت، کردار، اور علمی مرتبے کو اس درجہ پر کھا جائے کہ حدیث کی صحت یا ضعف کا یقین حاصل ہو سکے۔

جرح و تعدیل کے لغوی مفہوم کو دیکھا جائے تو "جرح" کے معنی کسی عیب یا کمزوری کو ظاہر کرنا اور "تعدیل" کے معنی کسی کو عادل و ثقہ قرار دینا ہیں۔ اصطلاحاً یہ علم اس فن کو کہتے ہیں جس کے ذریعے یہ طے کیا جاتا ہے کہ کون سا راوی حدیث کے نقل کے قابلِ اعتماد ہے اور کون ناقابلِ اعتماد۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

---

[4] ۔سورۃ الحجرات 49:6

[5] ۔ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ریاض: مجمع الملک فہد، جلد 20، صفحہ 61

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8 No.3 2024

"الجرح والتعديل علمٌ شريفٌ يقوم على دراسة رواة الحديث ومقومات عدالتهم وضبطهم، ولا يُستغنى عنه في معرفة الصحيح من السقيم[6]".

اس فن کی بنیاد قرآن و سنت سے لی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا:

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔"[7]

یہ آیت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ہر راوی کی خبر بلا تحقیق قابلِ قبول نہیں۔ یہی بنیاد صحابۂ کرامؓ نے رکھی، اور بعد میں اسے تابعین، تبع تابعین، اور محدثینِ کرامؒ نے باقاعدہ ایک فن کی صورت دے دی۔

علمِ جرح و تعدیل کی تاریخ کا آغاز عملاً رسول اللہ ﷺ کے دور ہی سے ہو چکا تھا، جب آپ ﷺ بعض افراد کی شہادت یا روایت کو قبول کرنے سے انکار فرماتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ:

"أن النبي صلى الله عليه وسلم رد شهادة رجل لأنه كان معروفاً بالخيانة[8]".

بعد ازاں امام شعبہ بن الحجاج (م 160ھ) کو اس فن کا اولین ناقد مانا گیا، جنہوں نے راویوں پر جرح و تعدیل کے اصول باقاعدہ بنیاد پر لاگو کیے۔ امام یحییٰ بن معین (م 233ھ)، امام علی بن مدینی (م 234ھ)، امام احمد بن حنبل (م 241ھ)، اور امام ابن ابی حاتم (م 327ھ) نے اس فن کو اصولی بنیادیں فراہم کیں۔ امام ذہبیؒ نے اس کے اصولوں کو جمع کرتے ہوئے لکھا:

"الجرح إذا جاء مفسَّراً ومبيناً أَولى من التعديل، لأن الجارح معه زيادة علم لا تتوفر للمعدل[9]".

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ فنِ جرح و تعدیل میں نہ صرف راوی کی صداقت، بلکہ اس کے حافظے، اس کے شیخ سے ملاقات، اس کے شہر، اس کے ہم عصر رواۃ، اور اس کے فقہی رجحان کو بھی دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ فن فقط سوانحی تذکرہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت تنقیدی عمل ہے، جو علمِ حدیث کی صحت کا بنیادی ستون ہے۔

یہی وہ اصولی سرمایہ ہے جس کی بنیاد پر آج بھی اُمت مسلمہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے پاس اپنے نبی ﷺ کی سنت محفوظ، مستند، اور محقق صورت میں موجود ہے۔ اور اس کے پس منظر میں جو سب سے بڑی علمی جدوجہد ہے، وہ علمِ جرح و تعدیل ہی ہے۔ اگر یہ علم نہ ہوتا، تو حدیث کی صداقت، سچائی، اور حجیت پر سوالات کی بوچھاڑ ہو جاتی، اور سنت کا تشخص ہمیشہ کے لیے مجروح ہو جاتا۔

اسی لیے امام ابن عبد البرؒ نے بجا فرمایا:

"ولولا الجرح والتعديل لضاعت السنة واختلط الصحيح بالسقيم، وهذا ما لا يرضاه مسلمٌ لله[10]".

اس پورے پس منظر میں جب ہم عصرِ حاضر میں "راوی" کے بدلتے ہوئے مفہوم کو دیکھتے ہیں، تو واضح ہوتا ہے کہ اصولِ جرح و تعدیل کی عصری معنویت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اصولوں کو جدید ذرائع پر لاگو کر کے نئی بحث کے دروازے کھولے جائیں تاکہ امت نہ صرف ماضی کی طرح حدیث کی حفاظت کرے بلکہ جدید دور کے فتنوں سے بھی محفوظ رہے۔

---

6 ۔نووی، المجموع، قاہرہ: دار المنہاج، جلد 1، ص 123

7 ۔سورۃ الحجرات 49:6

8 ۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، حدیث: 1712، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، جلد 3، ص 135

9 ۔الذهبي، میزان الاعتدال، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، جلد 1، ص 10

10 ۔ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، قاہرہ: دار الریاض، جلد 2، ص 120

راوی کے اوصافِ قبول ورد: عدالت، ضبط اور ثقاہت کی توضیح

روایتِ حدیث کی قبولیت کا انحصار صرف متن (مَتن) پر نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اہمیت سند کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے حدیث کے متن کو جانچنے کے ساتھ ساتھ راویوں کی صفات اور سوانح کا غیر معمولی اہتمام کیا۔ علمِ جرح و تعدیل کا بنیادی مقصد ہی یہی تھا کہ یہ طے کیا جاسکے کہ کون سا راوی ثقہ ہے اور کون غیر معتمد۔ اس فن کی بنیاد ایسے اصولوں پر رکھی گئی جنہوں نے عدالت، ضبط، صدق، ثقاہت، اتصالِ سند، اور بدعت یا فسق سے براءت جیسے معیاروں کو راوی کی قبولیت یا رد کا سبب بنایا۔

1۔ عدالت

عدالت، علمِ حدیث میں راوی کے دینی دیانت، صداقتِ کردار، پرہیزگاری، اور ظاہری استقامت کو کہتے ہیں۔ امام نوویؒ نے عدالت کی تعریف یوں کی ہے:

"العدالة هي ملكةٌ تحمل صاحبَها على ملازمة التقوى والمروءة، وهي شرط في قبول الرواية[11]".

راوی کے مسلمان، بالغ، عاقل، فاسق سے پاک، اور فاحش گناہوں سے محفوظ ہونے کی شرط عدالت کی بنیاد ہے۔ اگر راوی کذب، غیبت، فحش گوئی، دنیا طلبی، یا بدعقیدگی میں مبتلا ہو، تو اس کی روایت رد کر دی جاتی ہے، چاہے اس کا حفظ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ قرآنِ مجید کی ہدایت اس ضمن میں نہایت جامع ہے:

"اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو تحقیق کر لیا کرو"

اسی اصول کو امام شافعیؒ نے یوں بیان کیا:

"إذا شككت في عدالة الراوي فاعرض عن حديثه، فإن السنة لا تُؤخذ إلا عن أهل العدالة[12]".

محدثین کرام راوی کے اخلاق، معاملات، عبادات، اور حتیٰ کہ اس کے نشست و برخاست کے حلقوں کو بھی عدالت کی جانچ میں شامل کرتے تھے۔ یہی وہ دینی نزاکت تھی جس نے علمِ حدیث کو شک و شبہات سے پاک رکھا۔

2۔ ضبط

ضبط، راوی کی حافظے کی قوت، ترتیبِ روایت، اور نقل میں غلطی سے اجتناب کو کہتے ہیں۔ ضبط کی دو اقسام ہیں: ضبطِ صدر (یعنی حافظہ) اور ضبطِ کتاب (یعنی تحریری حفاظت)۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

"والضبط هو أن يكون الراوي متيقظاً، حسن الحفظ، ضابطاً لما يروي في حال السماع والتحديث[13]".

ایسا راوی جس کا حافظہ کمزور ہو یا جو روایت کو اپنی طرف سے بدل دے، یا جو اکثر وہم و غلطی کا شکار ہو، محدثین کے نزدیک مردود ہے۔ کیونکہ حدیث صرف الفاظ کا ذخیرہ نہیں بلکہ معنوی و روحانی امانت ہے، جس میں ایک چھوٹا سا تصرف بھی عظیم معنوی نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین راویوں کے ضبط کی پرکھ کے لیے ان کے تمام شاگردوں کی روایات کا باہم تقابل کرتے، اور اگر راوی ایک ہی حدیث کو مختلف انداز سے مختلف مواقع پر بیان کرتا، تو اس کے ضبط پر سوال اٹھا دیا جاتا۔

امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں:

"إذا اختلف الثقات في الرواية عن الراوي، وتبين أن الخطأ منه، ترك حديثه وإن كان عدلاً[14]".

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عدالت راوی کو نیک بناتی ہے، مگر ضبط ہی اس کی روایت کو قابلِ قبول بناتا ہے۔

---

[11] ۔نووی، التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر، بیروت: دار الفکر، 1405ھ، ص54

[12] ۔شافعی، الرسالة، قاہرہ: دار الکتب العلمیة، ص285

[13] ۔ابن حجر، نزهة النظر، بیروت: دار الفکر، ص82

[14] ۔دار قطنی، العلل الواردة فی الأحادیث النبویة، بیروت: مؤسسة الرسالة، جلد 1، ص77

3۔ ثقاہت

ثقاہت، راوی کی عدالت اور ضبط کے مجموعے کا نام ہے۔ جب ایک راوی دونوں صفات پر پورا اترتا ہے تو اسے "ثقة" کہا جاتا ہے، جو کہ اعلیٰ ترین درجے کا راوی ہوتا ہے۔ امام ذہبیؒ کے مطابق:

"الثقة هو العدل الضابط، وهذا هو الراوي المقبول عند أهل الحديث[15]".

ثقاہت کی کئی درجے محدثین نے بیان کیے، جیسے "ثقة، ثبت، حجة، صدوق، لا بأس به" وغیرہ۔ ان درجات کا فیصلہ راوی کی سابقہ روایات، محدثین کے تبصروں، اور اس کے معاصرین کے بیانات کی روشنی میں کیا جاتا تھا۔ ایک راوی کے بارے میں اگر اکثر محدثین "ثقة" کہیں، تو اس کی روایت مقبول ہو جاتی ہے، مگر اگر بعض "ثقة" اور بعض "ضعیف" کہیں، تو محدثین اس اختلاف کی نوعیت کا جائزہ لے کر فیصلہ کرتے۔

مجموعی نتیجہ

ان تینوں صفات کی موجودگی کسی راوی کی قبولیت کے لیے ناگزیر ہے۔ عدالت بغیر ضبط کے بھی ناقص ہے، اور ضبط بغیر عدالت کے بھی غیر معتبر۔ یہی وہ اصولی معیار ہے جس نے روایت کو صرف زبانی بات سے نکال کر ایک علمی و تحقیقی عمل میں بدل دیا۔ یہی اصول آئندہ تحقیق میں اس وقت اہم ہو جاتے ہیں جب ہم عصرِ حاضر کے "ڈیجیٹل راوی" کو پرکھنے کے لیے ان کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں۔ کیا جدید راوی عدالت رکھتے ہیں؟ کیا ان کی نقل کردہ معلومات ضبط شدہ ہیں؟ کیا وہ ثقاہت کی شرائط پر پورے اترتے ہیں؟ ان سوالات کا جواب، روایتی اصولوں کے مکمل ادراک کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے ان اصولوں کی توضیح و تفصیل عصرِ حاضر کے ابلاغی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے نہایت ضروری ہو گئی ہے۔

روایت کی صحت میں راوی کی حیثیت: محدثین کے معیارات

فنِ حدیث کی پوری عمارت "سند" پر قائم ہے، اور اس سند کا سب سے نازک اور اہم جز راوی ہے۔ راوی اگر معتبر، دیانت دار، ضابط، عادل اور فہم و فراست کا حامل ہو تو اس کی روایت کی قبولیت کی راہ ہموار ہوتی ہے، لیکن اگر راوی میں ان صفات کا فقدان ہو یا وہ کسی شرعی یا علمی معیار پر پورا نہ اترے تو روایت کو قبول کرنے کے بجائے رد کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس نے امتِ مسلمہ کو دیگر امتوں کے مقابلے میں متواتر، مستند اور محفوظ روایت کی نعمت عطا کی۔

سند کی بنیاد پر روایت کا مقام

محدثین کے نزدیک سند حدیث کی روح اور اصل ہے، یہاں تک کہ امام عبد اللہ بن مبارکؒ نے فرمایا:

الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء[16].

اسی طرح امام شافعیؒ نے فرمایا:

كل من روى عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثاً بغير إسناد، فهو كمن روى عن الشيطان[17].

ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ راوی محض ناقل نہیں، بلکہ وہ ایک امین، عالم، فقیہ، اور باعمل شخصیت ہونا چاہیے۔ اس کی ہر بات کو قبول کرنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر تحقیق کی جاتی ہے۔

---

[15] ۔ذہبی، میزان الاعتدال، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، جلد 1، ص12

[16], ابن مبارک، الجامع في الحدیث، روایت: 79، قاہرہ: دار المعارف، ص115

[17], شافعی، الرسالہ، ص327

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

راوی کے پس منظر کی اہمیت

محدثین نے راوی کی ذاتی زندگی سے لے کر علمی روابط، اساتذہ، شاگردوں، فقہی رجحانات، اور یہاں تک کہ اس کے معاشی و سماجی طرزِ زندگی تک کو جانچنے کا باقاعدہ نظام قائم کیا۔ ایک معمولی سا جھوٹ، عبادت میں سستی، بازار میں جھگڑا، یا اہلِ بدعت کے ساتھ قربت راوی کی عدالت پر سوال کھڑا کر دیتا۔

امام علی بن مدینیؒ نے فرمایا:

معرفة الرجال نصف العلم[18].

اس قول سے اندازہ ہوتا ہے کہ حدیثِ روایت کی قبولیت میں راوی کی حیثیت نصف علم کے برابر ہے، اور اگر اس نصف کو چھوڑ دیا جائے تو باقی آدھا علم بھی مشتبہ اور ناقابلِ اعتماد ہو جاتا ہے۔

راوی اور اس کے اساتذہ و تلامذہ کا ربط

راوی کے قابلِ اعتماد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اساتذہ معتبر ہوں اور وہ ان سے براہِ راست سماع رکھتا ہو۔ اگر راوی نے اپنے استاد سے ملاقات نہ کی ہو، یا سماع مشکوک ہو، تو محدثین اس کی روایت کو "مرسل"، "منقطع" یا "مدلس" قرار دیتے تھے۔

امام بخاریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے جب کسی راوی کے بارے میں سنا کہ وہ اپنے استاد سے روایت کرتا ہے لیکن ملاقات ثابت نہیں، تو فرمایا:

هذا الحديث لا يُكتب، لأنه منقطع الإسناد[19].

ایسے معاملات میں امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوزرعہ رازیؒ کی تحقیق مشہور ہے کہ وہ پوری سند کو بار بار پرکھتے، راوی کے شہروں کے سفر، تاریخ ولادت و وفات، اور شاگردوں کی تعداد تک کا جائزہ لیتے، تاکہ روایت کا ہر جز درست ثابت ہو۔

راوی کا فکری و اعتقادی پس منظر

محدثین نے راوی کے عقائد و نظریات کو بھی پرکھا، خاص طور پر ایسے راوی جو اہلِ بدعت میں شمار ہوتے تھے، جیسے خوارج، شیعہ غُلات، قدریہ، جہمیہ وغیرہ۔ اگرچہ بعض محدثین نے اہلِ بدعت کی روایت کو قبول کرنے کی شرط یہ رکھی کہ وہ اپنی بدعت کی تبلیغ روایت میں نہ کرے، لیکن عمومی رویہ یہی تھا کہ بدعۃ مفسقۃ رکھنے والے راوی کی روایت کو ترک کر دیا جائے۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

والمبتدع إذا كان داعيةً إلى بدعته، تُرِكَ حديثه ولو كان صدوقاً في الرواية[20].

یہ فکری و اعتقادی معیار اس لیے مقرر کیے گئے تاکہ دین میں کسی ایسے شخص کی روایت داخل نہ ہو، جو گمراہی کو علم کے لباس میں پھیلانے کا باعث بنے۔

مجموعی تجزیہ

محدثین کا یہ منہج دراصل دین کی امانت داری اور حفاظتِ شریعت کی روشن مثال ہے۔ کسی راوی کو صرف اچھے حافظے یا ظاہری دیانت کی بنیاد پر معتبر قرار دینا ان کے نزدیک کافی نہ تھا، بلکہ وہ عدالت، ضبط، صدق، فہم، فقہ، اعتدال اور استقامت کو اس وقت تک پرکھتے جب تک مکمل اطمینان نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم جیسے مجموعے آج بھی تحقیقی صداقت اور علمی معیار کی بین الاقوامی مثال سمجھے جاتے ہیں۔

---

[18] علی بن مدینی، الجرح والتعدیل، بیروت: دار الفکر، جلد 1، ص 49

[19] بخاری، التاریخ الکبیر، بیروت: دار الفکر، جلد 2، ص 155

[20] ابن حجر، نزھۃ النظر، ص 93

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

آج جب ہم جدید دنیا میں ایسے ذرائع معلومات سے گھرے ہوئے ہیں جہاں خبر کی سچائی اور راوی کی حیثیت غیر واضح ہے، تو یہ محدثین کا اصولی ورثہ ہی ہمیں سکھاتا ہے کہ کیسے راوی کی شناخت، نظریات، دیانت، اور معلوماتی تسلسل کو پرکھا جائے۔ یہی اصول آئندہ عنوانات میں "ڈیجیٹل راوی" کی بحث میں بنیاد بنیں گے۔

ڈیجیٹل ابلاغ کا عروج اور اطلاعات کی غیر مستند اشاعت

عصرِ حاضر میں اطلاعات کے ذرائع ایک نئی دنیا میں داخل ہو چکے ہیں۔ مطبوعہ کتب، مجالسِ علم، اور دستاویزی روایت کے بجائے اب معلومات کا بڑا ذریعہ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز بن چکے ہیں۔ فیس بک، ٹوئٹر (ایکس)، یوٹیوب، انسٹاگرام، واٹس ایپ، ویب سائٹس، بلاگز اور دیگر ابلاغی ذرائع پر ہر روز لاکھوں اطلاعات گردش کرتی ہیں، جن میں احادیث، دینی فتاویٰ، شخصی اقوال، اور شرعی احکام جیسے حساس مواد بھی شامل ہوتے ہیں۔ مگر ان کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر غیر مستند، غیر مصدقہ، اور بے بنیاد ہوتے ہیں، جنہیں بآسانی قبول کر لیا جاتا ہے، گویا ڈیجیٹل دنیا میں "راوی" کا تصور مکمل طور پر غیر شفاف اور ناقابلِ گرفت ہو گیا ہے۔

عصری ذرائع میں اطلاعات کا بہاؤ

اطلاعات کے اس غیر معمولی بہاؤ نے تصدیق، تحقیق اور علمی تنقید جیسے مروجہ اصولوں کو تقریباً پس پشت ڈال دیا ہے۔ سوشل میڈیا صارفین عموماً کسی بات کو بغیر تحقیق آگے بڑھا دیتے ہیں، جس کے نتائج نہ صرف انفرادی گمراہی بلکہ اجتماعی فتنہ، مذہبی غلط فہمیاں، شخصی کردار کشی اور فکری انتشار کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآنِ مجید کی یہ ہدایت آج بھی راہنمائی کا مینار ہے:

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔[21]

یہ آیت عصرِ حاضر کے میڈیا اور ڈیجیٹل ابلاغ کے تناظر میں ایک شرعی اصولِ تصدیق فراہم کرتی ہے۔ یہاں "فاسق" محض شخصی وصف نہیں، بلکہ آج کے سیاق میں ہر وہ "ڈیجیٹل راوی" بھی ہے جو بنا تحقیق معلومات پھیلاتا ہے، چاہے وہ انفرادی ہو یا ادارہ جاتی سطح پر ہو۔

حدیثِ نبوی اور ابلاغی احتیاط

رسول اللہ ﷺ نے نہایت شدید الفاظ میں جھوٹی روایت پھیلانے سے منع فرمایا:

من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار[22].

ترجمہ: "جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

آج سوشل میڈیا پر ایسی سینکڑوں من گھڑت احادیث شیئر کی جاتی ہیں جن کا نہ کوئی اصل ہے اور نہ ماخذ۔ اکثر "رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے" یا "علمائے کرام نے فرمایا ہے" جیسے جملے تحقیق کے بغیر وائرل ہوتے ہیں۔ اس روش نے عوامی ذہنوں کو صحیح اور ضعیف کی تمیز سے غافل کر دیا ہے۔

غیر مستند احادیث کی مثالیں

مثلاً ایسی جملے: "جس نے جمعہ کی رات سورۃ یٰسین پڑھی، اس کے گناہ معاف ہو گئے" یا "جس نے یہ دعا پڑھی، وہ کبھی بیمار نہ ہو گا"۔ یہ تمام اقوال سوشل میڈیا پر عام ہیں، مگر کتبِ حدیث میں ان کا وجود نہیں۔ علامہ البانیؒ جیسے محققین نے ایسے ہزاروں اقوال کو موضوع یا من گھڑت قرار دیا ہے۔[23]

افواہوں کا شرعی اور سماجی خطرہ

افواہوں کا پھیلاؤ اسلامی معاشروں میں عدم استحکام، فرقہ واریت، فکری انتشار، اور شخصیت پرستی کو جنم دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[21], سورۃ الحجرات 49:6

[22], صحیح البخاری، کتاب العلم، حدیث: 107؛ بیروت: دار ابن کثیر، جلد 1، ص 72

[23], البانی، الضعیفۃ، جلد 1، ص 45، دار المعرفۃ بیروت

كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع[24].

ترجمہ: "کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرے۔"

یہ حدیث میڈیا صارفین کے لیے براہِ راست ایک اخلاقی ہدایت ہے، جو آج ڈیجیٹل دنیا میں زیادہ مؤثر ہو چکی ہے۔ کیونکہ آج کل ہر شخص ایک "ڈیجیٹل راوی" ہے، اور اگر وہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق پھیلا رہا ہے تو وہ جھوٹ کی اشاعت کا ذریعہ بن رہا ہے۔

مجازی دنیا میں خبر کی تحقیق کی ضرورت

اس تیز رفتار، معلوماتی دَور میں تحقیق (Veracity)، ماخذ (Source)، اور تنقیدی تجزیہ (Critical Evaluation) کی اسلامی اہمیت کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ اب صرف عالم دین، محدث، یا فقیہ ہی نہیں، بلکہ ہر فرد جو میڈیا کا استعمال کرتا ہے، وہ راوی کی ذمہ داری کا حامل ہے۔ اور جب ہم اسے "راوی" کہتے ہیں، تو وہی اصول اس پر لاگو ہوں گے جو محدثین نے بیان کیے، یعنی:

وہ عادل ہو

سچا اور دیانت دار ہو

صحیح ضبط کا حامل ہو

بدعت یا گمراہی سے محفوظ ہو

معتبر ماخذ سے روایت کرتا ہو

نتیجہ

اس مرحلے پر ہم اس حقیقت کا سامنا کرتے ہیں کہ ڈیجیٹل ابلاغ ایک نئی روایت گری ہے، جس میں الفاظ کے امین، راوی کی عدالت، اور ماخذ کی تحقیق جیسے اصول شدید فقدان کا شکار ہیں۔ محدثین کے قائم کردہ معیار ہمیں اس نازک دور میں راہ دکھاتے ہیں کہ تحقیق، صدق، دیانت، اور عدل کے بغیر معلومات کی اشاعت نہ کی جائے، ورنہ جھوٹ کی اشاعت اور فتنہ پروری کا دروازہ کھل جائے گا۔ آئندہ مباحث میں ہم اسی تناظر میں "ڈیجیٹل راوی" کے تصور کو اصولِ حدیث کی روشنی میں پرکھیں گے۔

جدید دور میں "راوی" کا تصور: محدثین کے اصولوں کی روشنی میں

جس طرح ابتدائی دور میں راوی محض خبر کا ناقل نہ تھا، بلکہ ایک علمی، اخلاقی، اور دینی معیار پر پورا اُترنے والی شخصیت تھی، بالکل اسی طرح عصرِ حاضر میں بھی خبر نشر کرنے والا ہر فرد یا ادارہ، راوی کے حکم میں آتا ہے۔ چاہے وہ سوشل میڈیا انفلوئنسر ہو، یوٹیوب پر مذہبی ویڈیوز اپلوڈ کرنے والا ہو، کسی خبر رساں ایجنسی کا نمائندہ ہو یا موبائل پر پیغامات فارورڈ کرنے والا ایک عام مسلمان — ہر ایک کو اصولِ روایت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے۔

راوی کا جدید مفہوم

محدثین نے راوی کے لیے جو شرائط رکھی تھیں، وہ محض ایک عبوری دور کی اقدار نہ تھیں، بلکہ وہ ایسے اصول تھے جن کی آفاقی حیثیت ہے۔ اس دور میں راوی ایک انسانی شخصیت تھی جو محدود حلقۂ علم میں روایت کرتا تھا، آج یہ دائرہ عالمگیر، بے انتہا تیز رفتار، اور ہمہ جہت ہو چکا ہے۔

جدید راوی کی چند مثالیں:

I. یوٹیوب چینل پر دینی بیانات نشر کرنے والے

II. واٹس ایپ گروپس میں احادیث یا اقوالِ بزرگانِ دین ارسال کرنے والے

III. نیوز چینلز پر شرعی یا فقہی رائے دینے والے اینکرز

---

[24] صحیح مسلم، کتاب المقدمۃ، حدیث: 5؛ بیروت: دار إحیاء التراث، جلد 1، ص 10

IV. فیس بک پیجز پر اسلامی پوسٹس لکھنے والے افراد

V. ویب سائٹس پر دینی کالم لکھنے والے بلاگرز

یہ تمام افراد اور ادارے آج کے "راوی" ہیں اور محدثین کے اصولوں کے مطابق عدالت، ضبط، ثقاہت، صدق، اور علمی امانت کے معیار پر پرکھے جانے کے مستحق ہیں۔

جدید راوی اور محدثین کے معیار کا تقابلی جائزہ

محدثین کا معیار جدید دور میں اطلاق

I. عدالت (دیانت وصدق) کیا راوی دیانت دار ہے؟ کیا وہ جھوٹی یا مبالغہ آمیز بات نشر تو نہیں کرتا؟

II. ضبط (حافظہ / تحفظ) کیا اس کی معلومات کا ماخذ مستند ہے؟ حوالہ جات درست ہیں؟

III. ثقاہت (عدالت + ضبط) کیا یہ فرد / ادارہ علمی طور پر معتبر مانا جاتا ہے؟

IV. اتصالِ سند کیا اس کے بیان کردہ حوالے متصل ہیں یا مفروضاتی؟

V. بدعت سے اجتناب کیا راوی گمراہ نظریات، متشدد بیانیے یا سیاسی تعصبات سے پاک ہے؟

یہ تقابلی جائزہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ اگرچہ راوی کی شکل وصورت بدل گئی ہے، مگر اس کے اصولِ پرکھ آج بھی وہی رہنے چاہئیں جو محدثین نے صدیوں پہلے قائم کیے تھے۔

فتنے کے دور میں خاموشی یا تحقیق؟

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

سيأتي على الناس سنوات خداعات، يُصدَّق فيها الكاذب، ويُكذَّب فيها الصادق، ويُؤتَمن فيها الخائن، ويُخوَّن فيها الأمين، وينطق فيها الرويبضة[25].

ترجمہ: "ایسے زمانے آئیں گے جو دھوکہ دہی والے ہوں گے، جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا، سچے کو جھوٹا، خائن کو امین کہا جائے گا اور امین کو خائن، اور اس زمانے میں 'رویبضہ' بات کریں گے۔"

صحابہؓ نے پوچھا: "رویبضہ کون ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جو معمولی حیثیت کا ہے، مگر عوامی معاملات میں بات کرے گا۔"

آج کی دنیا میں سوشل میڈیا اور میڈیا پلیٹ فارمز نے رویبضہ کو مرکزی حیثیت دے دی ہے۔ ایسے افراد بغیر علم، تحقیق اور ذمہ داری کے دینی و سیاسی بیانات دیتے ہیں اور لاکھوں لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔

تحقیق و تنقید کا اسلامی طریق

امام مسلمؒ نے اپنے مقدمہ میں واضح کیا کہ ہر راوی کے بارے میں تحقیق، اس کی عدالت، ضبط، اور سماع کی تصدیق واجب ہے:

إنما يُؤخذ العلم عن من عُرف صدقه وأمانته وعقله وعلمه ومعرفته[26].

آج بھی یہی اصول ہر "ڈیجیٹل راوی" پر لاگو ہوتا ہے۔ اس لیے:

کسی ویڈیو کو دیکھ کر اس کے مضمون کو لازمی قبول نہ کریں

ہر دینی جملے یا حدیث پر تحقیق کریں کہ آیا وہ کتبِ حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟

---

[25], سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، حدیث: 4036؛ دار الجیل، بیروت، جلد 2، ص 1330

[26], مسلم، مقدمۃ الصحیح، دار الفکر، بیروت، ص 15

اگر کوئی رائے یا فتویٰ دی جا رہی ہو تو دیکھیں کہ وہ مستند مفتیانِ کرام یا اداروں سے منسوب ہے یا نہیں

I. راوی کی پہچان کا موجودہ معیار

II. کیا وہ علمی ادارہ سے تربیت یافتہ ہے؟

III. کیا اس کی تحریروں میں حوالہ جات ہوتے ہیں؟

IV. کیا اس کا تعلق کسی دینی مکتبِ فکر سے واضح ہے؟

V. کیا وہ اپنے بیانات کی تصحیح کرتا ہے جب غلطی ہو جائے؟

VI. کیا وہ افواہوں اور غیر مصدقہ اقوال کو پھیلاتا ہے یا روکتا ہے؟

یہ تمام سوالات اس لیے ضروری ہیں تاکہ ہر فرد بطورِ راوی اپنی ذمے داری پہچانے اور تحقیق کے بغیر خبر کو آگے نہ بڑھائے۔

اگلی قسط میں ہم "عصرِ جدید میں اصولِ جرح و تعدیل کی تطبیق" کا جائزہ لیں گے، جہاں ہم دیکھیں گے کہ محدثین کے اصولوں کو ڈیجیٹل ذرائع پر کیسے لاگو کیا جا سکتا ہے، اور کیا ہم نئے راویوں کا بھی جرح و تعدیل کے معیار پر محاکمہ کر سکتے ہیں؟

عصرِ جدید میں اصولِ جرح و تعدیل کی تطبیق

علمِ حدیث کی سب سے باریک اور محتاط شاخوں میں سے ایک علمُ الجرح والتعدیل ہے، جس کے ذریعے محدثین کرام نے راویوں کے کردار، فہم، دیانت، ضبط، اعتقاد، سماجی تعلقات، اور علمی معیار کو جانچنے کے لیے کمال درجہ کا تحقیقی منہج وضع کیا۔ اس کا مقصد صرف راوی کی ظاہری صداقت یا جھوٹی بات سے بچنا نہیں تھا، بلکہ یہ علم ایک جامع فکری، اخلاقی اور علمی جانچ پڑتال کا نظام تھا، جو ہر اس شخص پر لاگو ہوتا تھا جو دین کے کسی بھی جز کو روایت کر رہا ہوتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے:

کیا یہ منہج عصرِ جدید میں، جہاں راوی کی شکل سوشل میڈیا صارف، یوٹیوبر، بلاگر، یا اینکر پرسن کی ہو چکی ہے، لاگو ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب ہے: جی ہاں، بلکہ یہ تقاضا اب اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

محدثین کا منہج: اصولی بنیاد

محدثین نے راوی کی جانچ کے لیے جو بنیادی اصول قائم کیے، انہیں درج ذیل نکات میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

1. العدالۃ: یعنی راوی کا اخلاقی، اعتقادی اور عملی طور پر قابلِ اعتماد ہونا۔
2. الضبط: راوی کا حافظہ، تفصیل، ترتیب اور الفاظ کی صحت سے آگاہی۔
3. اتصال السند: روایت میں کسی بھی قسم کا انقطاع نہ ہو۔
4. عدم الشذوذ: روایت دیگر ثقہ راویوں کے خلاف نہ ہو۔
5. عدم العلۃ: روایت میں کوئی مخفی یا ظاہری علت نہ ہو۔[27]

جدید ذرائع پر ان اصولوں کی تطبیق

ان اصولوں کو ہم جدید ابلاغی ذرائع اور راویوں پر یوں منطبق کر سکتے ہیں:

اصولِ حدیث   جدید اطلاق

I. العدالۃ (دیانت و صدق) کیا وہ ڈیجیٹل راوی سچا ہے؟ کیا وہ عوام کو گمراہ نہیں کرتا؟ کیا اس کے اندر تعصب، سیاست، یا فرقہ واریت نہیں؟

---

[27] ابن الصلاح، معرفۃ أنواع علوم الحدیث، بیروت: دار الفکر، ص39–34

II. الضبط (تحفظ و دقت) کیا وہ علمی حوالوں کے ساتھ بات کرتا ہے؟ کیا وہ جو حدیث بیان کرتا ہے، اس کا ماخذ ذکر کرتا ہے؟

III. اتصال السند کیا اس کا بیان کردہ مواد متصل ہے یا کہیں سے کاٹ کر، سیاق و سباق کے بغیر پیش کیا گیا ہے؟

IV. عدم الشذوذ کیا اس کا موقف مسلمہ اہلِ علم کے خلاف تو نہیں؟ کیا اس کی تشریحات شاذ اور نرالی تو نہیں؟

V. عدم العلة کیا اس کی معلومات کسی اندرونی تعصب یا مخصوص ایجنڈے پر مبنی تو نہیں؟

راوی پر جرح کا طریق کار {عصر حاضر میں}

جس طرح محدثین راوی پر جرح کے لیے معتبر اقوال، شہادت، اور متصل اطلاعات کو بنیاد بناتے تھے، عصر جدید میں بھی ہمیں ان ذرائع پر انحصار کرنا ہو گا:

I. اس کا علمی پس منظر معلوم کیا جائے: کیا وہ کسی مستند مدرسہ، جامعہ یا یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہے؟

II. اس کی تحریروں یا ویڈیوز کا مسلسل جائزہ لیا جائے: کیا وہ اپنی آراء میں توازن رکھتا ہے یا انتہا پسندی کی طرف مائل ہے؟

III. اس کے ماخذات کی تصدیق کی جائے: آیا اس نے جو بات کہی ہے، وہ واقعی کسی حدیث یا آیت کا صحیح مفہوم ہے؟

IV. اس کی وابستگیوں کو پرکھا جائے: کیا وہ کسی ایسے گروہ یا جماعت سے وابستہ ہے جس کی بنیاد اختلاف و انتشار پر ہے؟

امام ابن ابی حاتمؒ نے لکھا:

لا يُقبل قول الرجل في الرجل إلا إذا كان معروفاً بالتحقيق والعدالة، وإلا فهو مردود[28].

جدید "جرح" کی مثالیں

اگر کسی یوٹیوبر نے مسلسل ضعیف، موضوع یا من گھڑت احادیث پھیلائیں، تو وہ "مدلّس" یا "مجہول الحال" راوی کے زمرے میں آسکتا ہے۔

اگر کوئی فرد فرقہ واریت پھیلا رہا ہو، یا کسی مخصوص مسلک کے خلاف توہین آمیز بیانات دے رہا ہو، تو وہ "متروک الحدیث" کی مثال ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی راوی فہمِ دین کے بجائے یوٹیوب ویوز یا سوشل میڈیا شہرت کی نیت سے کام کر رہا ہو، تو یہ "علة خفیة" ہے، جسے محدثین چھپے فساد کی علامت سمجھتے تھے۔

مجموعی تجزیہ

1. علمِ جرح و تعدیل کی روح دراصل یہ ہے کہ جس شخص کی بات پر دین کا ایک بھی حصہ موقوف ہو، اس کی شخصیت، نیت، علم، ضبط، اور دیانت کی پوری چھان بین کی جائے۔ آج ڈیجیٹل ذرائع میں یہی ضرورت کہیں زیادہ اہم ہے کیونکہ یہاں نہ صرف ایک ایک فرد، بلکہ لاکھوں تک پہنچنے والا مواد روزانہ کی بنیاد پر نشر ہو رہا ہے۔
2. اسی لیے لازم ہے کہ علمِ جرح و تعدیل کو جدید ابلاغیات، صحافت، اور مذہبی ڈیجیٹل مواد پر تطبیق دی جائے تاکہ فتنہ، گمراہی اور جھوٹ کی اشاعت کو روکا جا سکے۔
3. اگلے مرحلے میں ہم "محدثین کے اصول اور میڈیا Ethics کا تقابلی جائزہ" پیش کریں گے، جس میں محدثین کے ضبطِ روایت کے اصول اور موجودہ صحافتی ضوابط (Media Verification Standards) کا تنقیدی موازنہ کیا جائے گا۔

محدثین کے اصولِ روایت اور عصرِ حاضر کے میڈیا اخلاقیات کا تقابلی جائزہ

اسلامی علمی روایت میں علمِ حدیث کا سب سے نازک اور محتاط پہلو خبر کی تحقیق اور راوی کی جانچ پرکھ ہے۔ محدثین نے روایت کی صحت کے لیے جو اصول و ضوابط وضع کیے، وہ محض دینی نصوص تک محدود نہیں تھے بلکہ انسانی عقل، صداقت، علمی امانت، اور اخلاقی ذمہ داری کے اعلیٰ ترین نمونے بھی تھے۔ دوسری طرف عصر حاضر میں صحافت اور میڈیا نے بھی چند بنیادی اخلاقی ضوابط مقرر کیے ہیں، جنہیں دنیا میں میڈیا اخلاقیات یا "میڈیا ایتھکس" کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔ اگر ان دونوں نظاموں کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ محدثین کے اصول کہیں زیادہ دقیق، محفوظ، اور اخلاقی اعتبار سے بالاتر ہیں۔

[28]. ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، بیروت: دار الفکر، جلد 1، ص120

محدثین کے نزدیک روایت بیان کرنے والے شخص یعنی راوی کے لیے لازم تھا کہ وہ عادل ہو، یعنی صدق و دیانت، تقویٰ اور سچائی کا پیکر ہو۔ وہ جھوٹ سے پرہیز کرنے والا، بدعت سے دور، اور معاشرتی لحاظ سے نیک نام ہو۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ ضبط بھی ضروری تھا، یعنی وہ علمی مواد کو پوری صحت، ترتیب اور دقتِ نظر سے بیان کرنے پر قادر ہو۔ اگر کوئی شخص دیانت دار تو ہوتا لیکن حافظے یا فہم میں کمزور ہوتا، تب بھی اس کی روایت کو ناقابلِ قبول سمجھا جاتا۔ محدثین نے روایت کے لیے صرف خبر کی صحت کو کافی نہیں سمجھا، بلکہ خبر رساں کی شخصیت، کردار، اعتقاد، اور حافظہ سب کو پرکھا۔

عصرِ حاضر میں میڈیا نے اپنی طرف سے کچھ ضوابط طے کیے ہیں جیسے کہ سچائی، غیر جانبداری، شفافیت، اور جواب دہی۔ یہ تمام اصطلاحات اپنی جگہ پر اہم ہیں، لیکن ان میں سے اکثر صرف دنیاوی قوانین اور وقتی ضمیر پر مبنی ہیں۔ ان میں اخروی احتساب کا تصور نہیں پایا جاتا، نہ ہی جھوٹ بولنے پر دینی و اخلاقی نتائج کا کوئی شعور دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس محدثین کے اصولوں میں جھوٹ بولنے والا راوی اگر حدیث گھڑتا تو وہ جہنم کا مستحق قرار پاتا، کیونکہ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار[29]

مزید یہ کہ موجودہ صحافت میں اکثر خبریں نامعلوم ذرائع سے نشر کی جاتی ہیں۔ کئی مرتبہ خبر کا سیاق و سباق بدلا جاتا ہے، ویڈیوز کاٹ کر پیش کی جاتی ہیں، اور بعض اوقات جذبات بھڑکانے یا کسی خاص گروہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لیے جھوٹا مواد شائع کیا جاتا ہے۔ ان تمام رویّوں کے باوجود ایسی خبریں قابلِ تعزیر نہیں سمجھی جاتیں، بس ایک معذرت یا وضاحت سے کام لیا جاتا ہے۔ مگر محدثین کے دور میں ایسا ہرگز نہ تھا۔ وہاں روایت کے معاملے میں معمولی غفلت بھی راوی کو مجروح کر دیتی اور اس کی روایت کو رد کر دیا جاتا۔

محدثین نے راوی کے حالات، شاگردوں، اساتذہ، سفر، عقائد، تعامل، حتیٰ کہ بولنے کے انداز تک کو محفوظ رکھا تاکہ کسی بھی شک یا شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ عصرِ حاضر کے ذرائع ابلاغ میں نہ تو مواد کے مؤلف کا پورا تعارف ہوتا ہے، نہ اس کی تربیت، نہ اس کی تحقیق کا منہج۔ یہی وجہ ہے کہ سوشل میڈیا اور میڈیا پلیٹ فارمز جھوٹی احادیث، من گھڑت اقوال، اور ناقابلِ اعتماد نظریات کے لیے ایک بہت بڑی آماجگاہ بن چکے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ محدثین کا اصولی منہج آج کے دور کے لیے بھی سب سے محفوظ، جامع، اور قابلِ عمل ہے۔ اگر میڈیا، خطبہ، درس، اور ڈیجیٹل مواد کو پرکھنے کے لیے اسی منہج کو اختیار کیا جائے تو نہ صرف جھوٹ اور گمراہی سے بچا جا سکتا ہے بلکہ دین و امت کے علمی وقار کو بھی بحال رکھا جا سکتا ہے۔

ڈیجیٹل ابلاغ اور علم حدیث کے مابین تطبیقی تجزیہ

ڈیجیٹل عہد میں معلومات کی ترسیل اور تشہیر کے ذرائع تیزی سے بدل چکے ہیں۔ اب روایت و نقل صرف کتب، اساتذہ، یا علمی حلقوں کے ذریعے نہیں بلکہ واٹس ایپ، فیس بک، یوٹیوب، ٹویٹر اور انسٹاگرام جیسے پلیٹ فارمز سے ہو رہی ہے۔ ہر فرد ایک "راوی" بن چکا ہے اور ہر موبائل فون ایک "مجلسِ روایت" کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ صورت حال جہاں سہولت کا ذریعہ بنی ہے، وہیں فتنہ، گمراہی، اور افواہوں کی بھرمار کا باعث بھی ہے۔ اس لیے ناگزیر ہو چکا ہے کہ علمِ حدیث کے اصولوں کو جدید ذرائع پر منطبق کیا جائے تاکہ روایت کی صحت، ضبط، اور امانت کا وہی معیار باقی رہے جو سلف صالحین نے قائم کیا تھا۔

محدثین نے خبر کی تصدیق کے لیے جو معیار طے کیے تھے وہ نہ صرف دینی معلومات بلکہ ہر قسم کے علمی و سائنسی دعوے، تاریخی بیانات، اور سماجی افواہوں پر بھی منطبق کیے جا سکتے ہیں۔

امام عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء[30]

---

29. صحیح البخاری، کتاب العلم، حدیث: ۱۰۷؛ دار طوق النجاة، بیروت، جلد ۱، صفحہ ۴۰

30. مسلم، مقدمة الصحیح، بیروت: دار الفکر، ص ۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 8 No.3 2024

یعنی سند دین کا حصہ ہے، اگر سند نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہتا۔ آج ڈیجیٹل دور میں یہی صورت حال پیدا ہو چکی ہے؛ لوگ بلا تحقیق اقوال، احادیث اور فتاویٰ نقل کر رہے ہیں اور ان کی کوئی سند، ماخذ، یا تحقیق موجود نہیں ہوتی۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرمایا کرتے تھے:

إذا لم يكن عند الرجل رأي ولا علم، فكل ما يقوله يُردّ عليه[31].

اگر کسی شخص کے پاس نہ علم ہو نہ رائے مستند ہو، تو اس کی بات ناقابلِ قبول ہے۔ یہی اصول آج کے ڈیجیٹل راویوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اگر یوٹیوبر یا بلاگر علمی پس منظر، معتبر تربیت، اور سندِ علم نہیں رکھتا تو اس کی آراء کو بھی وہی درجہ دیا جانا چاہیے جو جمہور محدثین نے ضعیف و مجروح راویوں کو دیا۔

ڈیجیٹل ابلاغ میں اکثر اوقات کسی ویڈیو، آڈیو یا تحریر کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پھیلایا جاتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے حدیث کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر پیش کیا جائے۔ محدثین اس عمل کو "مدرجات"، "مقلوبات" یا "مقطوعات" میں شمار کرتے تھے اور اس پر سختی سے نکیر کرتے تھے۔ امام خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

من أسند حديثاً ليس له أصل، فقد باء بإثم عظيم[32]

جس نے ایسی حدیث بیان کی جس کی کوئی اصل نہ ہو، وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہوا۔ یہی حکم آج ان تمام افراد پر لاگو ہوتا ہے جو سوشل میڈیا پر ایسی باتیں نشر کرتے ہیں جن کی کوئی علمی یا دینی بنیاد نہیں ہوتی۔

محدثین نے جھوٹے راوی کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ معروف بالکذب ہو تو اس کی روایت ناقابلِ قبول ہے، خواہ وہ مضمون کے اعتبار سے حسن ہی کیوں نہ ہو۔

امام علی بن مدینیؒ کہتے ہیں:

إذا كان الراوي كذاباً، فكلّ حديثه مردود، ولو وافق الثقات[33]

یہی منہج آج ڈیجیٹل خطباء، مشہور شخصیات، اور مذہبی یوٹیوبرز پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اگر وہ افواہیں، من گھڑت باتیں، یا علمی خیانت کے مرتکب ہوں تو ان کی مجموعی شخصیت پر سوال اٹھتا ہے اور ان کے بیانات کی کوئی علمی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

خلاصہ یہ کہ علم حدیث کا منہج اور اصول آج کے دور میں بھی سب سے زیادہ معتبر، محفوظ، اور ذمہ دارانہ طریقہ ہے۔ اس منہج کو صرف علمی تحقیق یا حدیث کی روایت تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ جدید ذرائع ابلاغ پر بھی اس کی تطبیق کی جائے تاکہ امت کو فتنہ، کذب، افواہ، اور تحریف سے بچایا جا سکے۔

نتائج البحث

اس تحقیقی مطالعہ کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ علم الجرح والتعدیل کے اصولوں کو عصرِ حاضر کے جدید ذرائعِ ابلاغ اور سوشل میڈیا کے تناظر میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ روایت اور خبر کی صحت، دیانت، ضبط، اور عدالتی جانچ پرکھ کا وہی معیار باقی رکھا جا سکے جو محدثین نے وضع کیا تھا۔ اس مقصد کے تحت درج ذیل نتائج سامنے آئے:

اوّلاً، یہ امر واضح ہو چکا کہ علمِ حدیث کا منہج محض روایاتِ نبویہ ﷺ تک محدود نہیں بلکہ اس کی اصولی ساخت ایسی مضبوط، باریک بین اور جامع ہے کہ اسے ہر اُس مقام پر لاگو کیا جا سکتا ہے جہاں خبر، بیان، یا روایت کی صحت اہم ہو۔ محدثین کا یہ منہج علم، عدالت، ضبط، صداقت، اور اخلاص کی بنیاد پر کھڑا ہے اور اس میں کسی قسم کی مفروضہ رعایت یا عمومی گمان کی گنجائش نہیں۔ اس کے برعکس عصرِ حاضر میں ذرائع ابلاغ نے خبر کے معیار کو محض قانونی اور صحافتی حدود میں محدود کر دیا ہے، جس سے علمی امانت اور اخلاقی دیانت کا فقدان نمایاں ہو چکا ہے۔

---

[31]. الذهبي، سير أعلام النبلاء، بيروت: مؤسسة الرسالة، جلد ۱۱، صفحہ ۸۱

[32]. الخطيب البغدادي، الكفاية، بيروت: دار الكتب العلمية، صفحہ ۲۱۵

[33]. ابن أبي حاتم، الجرح والتعديل، بيروت: دار الفكر، جلد ۱، صفحہ ۹۴

ثانیاً، عصرِ جدید میں ہر فرد کے ہاتھ میں موبائل فون اور انٹرنیٹ کی رسائی نے اسے بطور راوی معاشرے کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ وہ چاہے بلاگر ہو، یوٹیوبر، ٹویٹر ایکٹیوسٹ ہو یا سوشل میڈیا صارف؛ جب وہ کوئی دینی یا علمی بات نقل کرتا ہے تو اس پر وہی شرعی اور اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو ایک محدث راوی پر عائد ہوتی تھیں۔ ان میں سرفہرست صدق، ضبط، دیانت، حوالہ، سیاق وسباق کی پاسداری، اور نیت کی درستگی ہے۔

ثالثاً، محدثین کے اصولوں میں راوی کے اخلاقی و اعتقادی رویے، علمی قوت، حافظہ، اور جماعتِ اہلِ علم کے ساتھ اس کے تعامل کو بنیادی معیار مانا گیا۔ اسی منہج کی روشنی میں موجودہ ڈیجیٹل راویوں، دینی مقررین، اور مذہبی چینلز کے مواد کو پرکھنا ضروری ہے تاکہ امت گمراہی، فتنہ، اور غلط بیانی سے محفوظ رہ سکے۔ اگر کوئی مقرر یا سوشل میڈیا پرسن ایسی باتیں نشر کرتا ہے جن کا کوئی معتبر ماخذ نہیں، یا وہ بدعت، تعصب یا افترا میں مبتلا ہے تو وہ "ضعیف" بلکہ "متروک" راوی کے حکم میں آتا ہے۔

رابعاً، اس تحقیق نے یہ بھی واضح کیا کہ عصرِ حاضر میں میڈیا Ethics کے جو اصول رائج ہیں جیسے سچائی، غیر جانب داری، جوابدہی، اور شفافیت، وہ محدثین کے منہج کے مقابلے میں سطحی اور ناقص ہیں۔ ان میں اخروی احتساب، دینی امانت، یا عقائدِ امت کے تحفظ کا کوئی حقیقی شعور موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ میڈیا کی دنیا جھوٹ، پروپیگنڈا، افواہوں، اور مذہبی غلط بیانی کی آماجگاہ بن چکی ہے۔

خامساً، تحقیق سے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا گیا کہ محدثین نے جس دقت، احتیاط، اور اصولی بنیاد پر روایت کی جانچ کی، وہ ایک مستقل فکری اور تحقیقی منہج ہے جو آج کے میڈیا، خطباء، اور عام دینی خط وکتابت پر بھی نافذ العمل ہونا چاہیے۔ اگر اس اصولی منہج کو جدید تعلیمی اداروں، دینی مدارس، میڈیا ہاؤسز، اور مذہبی پلیٹ فارمز پر لاگو کیا جائے تو سچ اور جھوٹ میں فرق ممکن ہو سکے گا، اور امت کے فکری تشخص اور علمی ثقافت کی حفاظت ہو گی۔

تجاویز

1. یہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ علم الجرح والتعدیل کے اصولوں کو عصر حاضر کے میڈیا اور ابلاغی نظام کا حصہ بنایا جائے تاکہ ہر شخص کو یہ شعور حاصل ہو کہ جو بات وہ آگے منتقل کر رہا ہے، اس کی صحت، صداقت اور ذمہ داری اُسی پر عائد ہوتی ہے۔
2. دینی مدارس، جامعات اور صحافت کے تعلیمی اداروں میں علمِ حدیث کے اس پہلو کو بطور "خبر کی تنقید" اور "راوی کی تحقیق" کا موضوع بنا کر شامل نصاب کیا جائے تاکہ آنے والی نسل جدید ذرائع پر بھی روایت کی صحت کو محفوظ رکھ سکے۔
3. سوشل میڈیا پر دینی مواد نشر کرنے والوں کے لیے باقاعدہ تربیتی پروگرامز اور اصولی رہنمائی کے کورسز ترتیب دیے جائیں، تاکہ وہ علمی و دینی دیانت کے ساتھ مواد نشر کریں۔
4. دینی ویب سائٹس، یوٹیوب چینلز اور ٹی وی پروگراموں میں نشر ہونے والے احادیث و اقوال کی سند اور مآخذ کے ساتھ تحقیق و توثیق کو لازمی قرار دیا جائے، تاکہ عوام الناس غیر مصدقہ معلومات سے بچ سکیں۔
5. حکومت وقت، دینی و علمی ادارے، اور مفتیانِ کرام مشترکہ طور پر ایک ایسا نگران ادارہ قائم کریں جو دینی معلومات کے معیار، صحت، اور سند کا جائزہ لے اور جھوٹی یا غیر معتبر باتوں کے خلاف علمی سطح پر کارروائی کرے۔
6. عام عوام کو یہ تربیت دی جائے کہ وہ ہر دینی، علمی یا تاریخی بیان کو تحقیق کے بغیر قبول نہ کریں، اور جب تک اصل ماخذ اور سند معلوم نہ ہو، اسے دوسروں تک نہ پہنچائیں، کیونکہ حدیث نبوی ﷺ ہے: كفى بالمرء كذباً أن يُحدّث بكل ما سمع[34]
7. عصرِ جدید کے خطباء، دینی مقررین اور یوٹیوبرز پر لازم ہے کہ وہ علمِ حدیث کے بنیادی اصولوں سے واقفیت حاصل کریں تاکہ وہ دین کی بات کو محدثین کے منہج کے مطابق نشر کریں، نہ کہ شہرت یا سیاسی مفاد کی خاطر۔

---

1. [34], صحیح مسلم، کتاب المقدمۃ، حدیث:۵؛ دار إحیاء التراث العربی، بیروت، جلد ۱، صفحہ ۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

فہرستِ مصادر و مراجع

1. القرآن الکریم، سورۃ البقرہ، آیت 283 :
2. القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، آیت 6 :
3. البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح، کتاب العلم، حدیث: 107۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، جلد 1، صفحہ 40
4. مسلم، مسلم بن حجاج۔ الصحیح، کتاب المقدمۃ، حدیث: 5۔ بیروت: دار الفکر، جلد 1، صفحہ 7
5. مسلم، مسلم بن حجاج۔ الصحیح، مقدمۃ الصحیح، صفحہ 8
6. ترمذی، محمد بن عیسی۔ الجامع، باب: من کذب علی النبي ﷺ۔ بیروت: دار الغرب الإسلامي
7. مسلم، مسلم بن حجاج۔ الصحیح، کتاب العلم، باب کراهیۃ القول عند النبي ﷺ إلا بعلم، حدیث 5 :
8. النووی، یحییٰ بن شرف۔ شرح صحیح مسلم۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، جلد 1، صفحہ 90
9. الذهبي، شمس الدین۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، جلد 11، صفحہ 81
10. الخطیب البغدادي، احمد بن علی۔ الکفایۃ في علم الروایۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، صفحہ 215
11. ابن أبي حاتم، عبد الرحمن بن محمد۔ الجرح والتعدیل۔ بیروت: دار الفکر، جلد 1، صفحہ 94
12. ابن صلاح، عثمان بن عبد الرحمن۔ علوم الحدیث (مقدمہ ابن صلاح)۔ بیروت: دار الفکر، صفحہ 35
13. ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی۔ نخبۃ الفکر في مصطلح أهل الأثر۔ قاہرہ: المکتبۃ السلفیۃ، صفحہ 18
14. سیوطی، جلال الدین۔ تدریب الراوي في شرح تقریب النواوي۔ بیروت: دار الفکر، جلد 1، صفحہ 22
15. ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ۔ جامع بیان العلم وفضلہ۔ بیروت: دار ابن الجوزي، جلد 2، صفحہ 119
16. مزی، جمال الدین یوسف۔ تهذیب الکمال۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، جلد 1، صفحہ 150
17. ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم۔ تأویل مختلف الحدیث۔ بیروت: دار الجیل، صفحہ 55
18. عبد الحی لکھنوی۔ الرفع والتکمیل في الجرح والتعدیل۔ لاہور: ادارہ اسلامیہ، صفحہ 73
19. صدیق حسن خان، محمد بن علی۔ الحطۃ في ذکر الصحاح الستۃ۔ بیروت: دار المعرفۃ، صفحہ 42
20. احمد بن علی بن ثابت۔ الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، جلد 1، صفحہ 97
21. ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق۔ التوحید وإثبات صفات الرب عز وجل۔ ریاض: مکتبۃ الرشد، صفحہ 101